مدینہ مدینہ

154

30 روپے

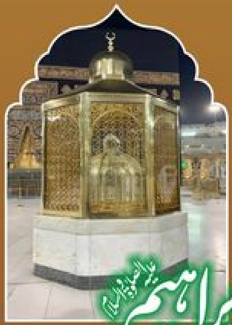

حضرت سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

بھائی کا تحفہ

مدینہ... مدینہ

مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ

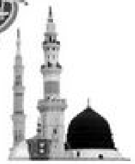

نعتِ رسول ﷺ

بڑی پُر کشش ہے بہارِ مدینہ
گلوں سے بھی بہتر ہے خارِ مدینہ

رخِ "والضحیٰ" ہے نگاہوں کی زینت
خیالوں کا مرکز دیارِ مدینہ

خدایا مری آرزو بس یہی ہے
"پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ"

حضوری کا پروانہ اب تو عطاء ہو
میں کب تک کروں انتظارِ مدینہ

نہ چھیڑو ابھی ذکرِ گل اور گلشن
ابھی ہے تصور میں خارِ مدینہ

برستا ہے پیہم جہاں ابرِ رحمت
دکھا دے وہی رہ گزارِ مدینہ

طلب گارِ جنت فدا ہوں نہ کیوں کر
کہ جنت ہے خود جب نثارِ مدینہ

یہ سینہ ہو عشقِ رسالت کا مسکن
"مرا دل بنے یادگارِ مدینہ"

نہ اُترے کبھی جیتے جی یا الٰہی
چڑھا ہے جو مجھ پر خمارِ مدینہ

بصارت بصیرت ملے گی اے احمدؔ
لگا آنکھ میں تو غبارِ مدینہ

بھائی کا تحفہ

مدینہ...مدینہ

اللہ تعالیٰ......محترم بھائی جان......رحمۃ اللہ علیہ کو......مغفرت، رحمت، اکرام کا عالی مقام......
اعلیٰ علیین میں عطاء فرمائیں......بڑے پیارے انسان تھے......محبت اور شفقت سے بھرپور......
وہ اچانک چلے گئے......

''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ''

ہمارے گھر میں......سب سے بڑی تو......''باجی جان شہیدہ رحمۃ اللہ علیہا'' تھیں......والدین کی پہلی اولاد......اُن کے گیارہ مہینے بعد......بھائی جان پیدا ہوئے......بتایا جاتا ہے کہ خاندان میں ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی......میرے والد محترم (حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ) اپنے والدین کے سب سے بڑے بیٹے تھے......اُن کی شادی بروقت ہوئی مگر اہلیہ محترمہ......ایک سال بعد ہی وفات پا گئیں......اللہ تعالیٰ اُن کو مغفرت نصیب فرمائیں......دوسری شادی تاخیر سے ہوئی......حضرت دادا جی اور دادی اماں رحمۃ اللہ علیہما......اپنے بیٹے کی اولاد دیکھنے کو ترستے تھے......اللہ تعالیٰ نے حضرت اباجی کو بیٹی دی......حضرت دادا جی رحمۃ اللہ علیہ......اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے تھے......
بڑے شاکر، صابر اور عبادت گزار......بندہ نے اپنی زندگی میں اُن جتنی عبادت کرنے والا بھی

تک کوئی اور نہیں دیکھا...... وہ ہمہ وقت موت کی تیاری میں رہتے تھے...... پوتی پیدا ہوئی تو بہت شکر ادا کیا مگر فرمایا کہ...... بڑے بیٹے کا بیٹا پتا نہیں دیکھ سکوں گا یا نہیں؟...... گیارہ مہینے بعد ''بھائی جان'' پیدا ہوئے ......ماشاء اللہ حسین و جمیل، گورے چٹے، خوبصورت آنکھوں والے......بس پھر کیا تھا...... پورے خاندان میں بڑی خوشی منائی گئی...... نام ''محمد طاہر انور'' تجویز ہوا......مگر چونکہ والدین اور بڑوں کی آنکھ کا ''تارا'' تھے تو سب پیار سے ''تارا'' کہتے...... وہی ''تارا'' کل اس دنیا سے اچانک غروب ہوگیا...... اُن کے آنے کی خوشی معلوم نہیں کس کس نے دیکھی ہوگی......مگر اُن کے جانے کا غم ہم سب پر بجلی کی طرح گرا...... اب کون کس سے تعزیت کرے؟

''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ''

موت ایک حقیقت ہے......اور موت مؤمن کے لیے تحفہ ہے......لیکن جدائی کا صدمہ اور غم بھی...... ایک ''برحق سنت'' ہے...... ہمارے آقا اور مولیٰ حضرت محمد ﷺ نے کتنے غم اُٹھائے ......میں اکثر سیرت میں خاص طور پر اُن غم والے حالات کو پڑھتا رہتا ہوں...... آج پھر پڑھا تو دل کا بوجھ بہت ہلکا ہوا...... آپ ﷺ کے صدموں اور غموں کی فہرست بہت طویل ہے...... آپ ﷺ مضبوط دل ہونے کے ساتھ ساتھ ''نرم دل'' بھی تھے...... جو نرم دل ہوتا ہے اس کے دل میں رحمت اور شفقت زیادہ ہوتی ہے......اور وہ غم صدمے زیادہ محسوس کرتا ہے......

ہاں البتہ ''مضبوط دل'' ہونے کی وجہ سے...... وہ صبر کرتا ہے...... اور اللہ تعالیٰ سے بے شمار اجر پاتا ہے......

''اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ'' (الزمر 10)

ترجمہ! بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب بدلہ دیا جائے گا

غم اور شکوے میں فرق ہے......شکوے میں دل ''ناراض'' ہوتا ہے...... مایوس ہوتا ہے......مگر غم میں دل نہ اللہ تعالیٰ سے ناراض ہوتا ہے......اور نہ مایوس ہوتا ہے...... ہاں وہ درد

پاتا ہے، زخمی ہوتا ہے اور تڑپتا ہے...... الحمدللہ شکوہ کوئی نہیں ہے...... اللہ تعالیٰ جو کرتے ہیں وہی اچھا ہوتا ہے...... وہی خیر ہوتا ہے...... ہاں غم اور صدمہ ہے...... اسی لیے بار بار پڑھ رہے ہیں......

”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ...... اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ“

حضرت باجی جان شہیدہ رحمۃ اللہ علیہا...... بھائی جان سے صرف گیارہ مہینے بڑی تھیں...... وہ ۷ مئی کو...... انڈین حملے میں شہید ہو گئیں...... اُن سے بچھڑے ابھی گیارہ مہینے ہونے ہی والے تھے کہ...... اللہ تعالیٰ نے پیارے بھائی جان کو اپنے پاس بلا لیا...... وہ بھی ماشاء اللہ باقاعدہ تشکیل میں تھے...... ”راہ جہاد“ پر تھے...... اور مکمل سرپرستی اور تعاون فرما رہے تھے...... احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اس راستے کی طبعی موت بھی ”شہادت“ ہے...... اللہ تعالیٰ اُن کو ”مقام شہادت“ نصیب فرمائیں......

دنیا میں جو بھی ہے...... اس نے ضرور جانا ہے...... حضرت سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے...... اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا......

”یا محمد! احبب من شئت فانک مفارقہ“

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جس سے چاہیں محبت کریں مگر آپ کو ایک دن اس سے جدا ہونا پڑے گا......

چلیں یہ ”حدیث صحیح“ پوری پڑھ لیتے ہیں...... اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس سے نفع عطاء فرمائیں......

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

”أتاني جبريل فقال: يا محمد، عِشْ ما شئت فإنَّك ميّتٌ، وأحبِبْ من شئت فإنَّك مفارقُه، واعمَلْ ما شئت فإنَّك مجزِيٌّ به وأعلم أن شرف المؤمن قيامه بالليل وعزه استغناؤه عن الناس (الحاکم، الطبرانی)

جبریل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میرے پاس آئے اور انہوں نے فرمایا! اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جتنا مرضی جی لو بالآخر موت نے آنا ہے، جس سے چاہے محبت کرلو بالآخر اُس سے جدا ہونا پڑے گا اور جو چاہے عمل کرو اس پر ضرور بدلہ ملے گا اور یہ بات پکی جان لو کہ...... مؤمن کا اعزاز رات کے قیام (یعنی تہجد) میں ہے اور مؤمن کی عزت لوگوں سے مستغنی (یعنی بے غرض) ہونے میں ہے......

اس حدیث شریف میں...... ہر مسلمان کا یہ ذہن بنایا جا رہا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی موت کے لیے تیار رہے...... اور اپنے اہل محبت کی موت کو برداشت کرنے کی ہمیشہ ہمت رکھے...... اور ہمیشہ اعمال صالحہ میں لگا رہے کہ دنیا آرام کی نہیں...... کام کی جگہ ہے...... اور اگر اونچا رتبہ پانا ہے تو ''تہجد'' کا التزام کریں...... اور عزت حاصل کرنی ہے تو لوگوں سے مستغنی ہو جائیں...... اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کوئی طمع یا غرض نہ رکھیں......

حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ...... جدائی ایک بڑا غم، صدمہ اور امتحان ہے...... اور کسی کا قول ہے کہ جدائی موت سے بھی مشکل ہے...... اللہ تعالیٰ ''بھائی جان'' کی جدائی پر...... ہم سب کو صبر نصیب فرمائیں...... اور صبر کا بڑا نسخہ ان کلمات میں ہے:

''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ''

مرکز آنے جانے والے ''احباب'' تو حضرت بھائی جان سے خوب واقف ہیں...... مگر عمومی طور پر وہ زیادہ معروف و مشہور نہیں تھے...... بندہ انڈیا سے رہائی پا کر آیا تو حضرت بھائی جان نے میرا ایک مشکل کام سنبھال لیا...... وہ مسلسل پچیس سال تک میری ڈاک تحریر فرماتے رہے......

الحمدللہ میرے پاس خطوط کثرت سے آتے تھے...... اور اب بھی آتے ہیں...... ابتداء میں موبائل، واٹس ایپ وغیرہ کا سلسلہ نہیں تھا...... اس لیے ڈاک کے نظام کے تحت زیادہ خطوط آتے تھے...... بندہ کے لیے ہر خط کا الگ کاغذ پر جواب لکھنا بہت مشکل تھا...... چنانچہ ''بھائی جان'' نے شفقت فرمائی...... اُن کی لکھائی اچھی اور شستہ تھی...... اسکول، کالج میں پڑھ چکے تھے......

میں ڈاک کے لفافے پر ہی جواب لکھ دیتا...... اور بھائی جان اسے الگ کاغذ پر نقل کر کے

بھیج دیتے ......یوں یہ بابرکت اور نافع سلسلہ مسلسل چلتا رہا......بعض اوقات ایک ایک دن میں......پچاس تک خطوط بھی ہوتے تھے......اور بندہ کی ہمیشہ کوشش رہتی ہے کہ جواب ضرور اور جلد از جلد بھیجا جائے......جواب کے نیچے تاریخ بھی بھائی جان ڈال دیتے......ایک نامور صاحب صرف اس بات پر جہاد اور جماعت کے حامی ہوئے کہ......انہیں اپنے خط کا جو جواب ملا اس پر عید کی تاریخ لکھی تھی......میرے لیے تو یہ عام سی بات تھی......کیونکہ مجھے ”ناغہ“ اور ”چھٹی“ کے لفظ کی سمجھ نہیں ہے......جب کام دین کا ہو، اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور آخرت کی تیاری میں ہو تو پھر اس میں ناغہ اور چھٹی......ایک محرومی ہے......کام کی توفیق تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا سب سے قیمتی رزق ہے......”رزق“ اگر مال کی صورت میں ہو تو ہر کوئی اسے بغیر ناغے اور چھٹی کے وصول کر لیتا ہے......اور خوش بھی ہوتا ہے......بہر حال بندہ نے شاید اس خط کا جواب عید کے دن لکھا ہوگا......”حضرت بھائی جان“ نے جواب نقل کرنے میں وہی تاریخ ڈال دی......جس سے ایک انسان کو......اللہ تعالیٰ نے ”جماعت“ کی محبت نصیب فرما دی......انہوں نے جواب میں لکھا کہ جو لوگ عید کے دن بھی......دین کے کام کا ناغہ نہیں کرتے وہ یقیناً دین کی فکر رکھتے ہیں......

حضرت بھائی جان ......میری تحریر نقل کرنے کے بعد نیچے اپنا نام بطور ناقل اور محرر لکھتے تھے......ابو مصعب......یا......حکیم محمد طاہر انور......یا محمد طاہر انور......آج ہزاروں گھروں میں اُن کی تحریر موجود ہوگی......خصوصاً بیعت کرنے والے حضرات و خواتین کو......اُن کی بیعت قبول ہونے کی اطلاع......حضرت بھائی جان کے قلم سے ملتی تھی......اُن سب کو خبر ہو کہ......اُن تک ”محبت نامے“ پہنچانے والے......بھائی جان اب اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو چلے گئے ہیں:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

بچپن میں ہم سب بھائی بہن اکٹھے رہے......بچوں والی لڑائیاں، محبت اور روٹھنا منانا...... پھر گیارہ سال کی عمر میں......مجھے سب سے پہلے سب سے جدا ہونا پڑا......ایک سال رحیم یار خان

اور پھر مستقل کراچی...... چھٹیوں میں گھر آنا جانا ہوتا تھا...... پھر بھائی جان بڑے ہوئے تو کچھ عرصہ ''سعودی عرب'' چلے گئے...... اتفاقاً اُن دنوں مجھے بھی عمرہ کی سعادت ملی...... وہاں کے اکٹھے دن ہمیشہ کے لیے یادگار ہیں...... پھر وہ واپس آ گئے...... اُن کی الحمدللہ شادی ہوئی...... اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا اور پھر ایک بیٹی دی...... میں جب بھی گھر آتا وہ ننھی پری میری گود میں منتقل ہو جاتی...... اور پھر میں انڈیا میں گرفتار ہو گیا...... چھ سال جدائی...... واپس آیا تو بھائی جان نے کام میں خوب ہاتھ بٹایا...... اللہ تعالیٰ نے اُن کو مزید اولاد بھی عطاء فرمائی...... ماشاء اللہ چھ بیٹے اور دو بیٹیاں...... ساری اولاد کا رخ...... الحمدللہ دین کی طرف ہے...... ماشاء اللہ آٹھ بچوں میں سے چھ قرآن مجید کے حفاظ ہیں...... اور چار مکمل عالم...... اور اب تو ماشاء اللہ ''بھائی جان'' دادا بھی بن چکے تھے اور نانا بھی...... وہ شوگر کے عارضہ میں کافی عرصہ سے مبتلا تھے...... مگر بظاہر ایسے حالات اور ایسی صحت نہیں تھی کہ...... کسی کو اُن کے اس طرح جانے کا خدشہ ہوتا...... مگر...... ہر کسی کا وقت طے اور مقرر ہے...... اور جب وہ وقت آجائے تو نہ ایک لمحہ آگے بڑھتا ہے...... نہ ایک لمحہ پیچھے ہٹتا ہے......

اہل ایمان...... اجر اور آرام پانے چلے جاتے ہیں...... اور پیچھے والے روتے سسکتے رہ جاتے ہیں......

''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ''

لکھنے کے لائق تو بہت باتیں ہیں...... مگر ایک مضمون میں آخر کتنا لکھا جا سکتا ہے...... اس لیے آج کی آخری بات لکھ رہا ہوں...... بھائی جان کو زندگی میں ماشاء اللہ بہت ہنستا مسکراتا دیکھا...... کبھی غمگین اور پریشان بھی ہوتے تھے...... مگر اُن پر ''خوش مزاجی'' کا غلبہ تھا...... اور حس مزاح بھی رکھتے تھے......

دین کی بات کا بہت زیادہ اور فوری اثر لیتے تھے...... ایک بار ملاقات کو تشریف لائے تو بہت پریشان تھے...... اتنے پریشان کہ باقاعدہ کانپ رہے تھے...... بندہ نے چند باتیں دین

کی سنائیں، تسلی دی تو سب کچھ بھول گئے اور حالت ایسی تبدیل ہوئی کہ جب جا رہے تھے تب بھی ہنس رہے تھے...... ایک بار ملاقات ہوئی تو ہاتھ میں ایک یا دو انگوٹھیاں...... کسی معروف پتھر والی پہنی ہوئی تھیں...... بندہ نے عرض کیا...... چاندی کی انگوٹھی ایک محدود وزن کے ساتھ...... استعمال کرنا ''مرد'' کے لیے سنت ہے...... مگر یہ رنگین پتھر مجھے کچھ پریشان کر رہے ہیں...... خدانخواستہ آپ نے کسی مقصد کے لیے تو نہیں پہن رکھے؟...... فرمایا! نفع نقصان کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے مگر ایک پروفیسر صاحب کا نام لیا کہ وہ کہتے ہیں...... پتھروں کی طبعی تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا...... بندہ نے کچھ تفصیل سے اس موضوع پر بات کی...... اور آخر میں عرض کیا کہ...... کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کا دھیان...... اگر اللہ تعالیٰ کی بجائے ان پتھروں کی طرف ہو گیا تو اچھی بات نہیں ہے...... اور آپ ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ پر ''توکل'' رکھنے والے بندے...... اور دن رات عبادت کرنے والے انسان ہیں...... بھائی جان نے بہت تیزی سے انگوٹھیاں اُتاریں اور جیب میں ڈال لیں...... خیر یہ بات تو ضمناً آ گئی...... اصل بات یہ عرض کر رہا تھا کہ...... زندگی میں اُن کو کئی بار خوش دیکھا مگر ایک بار اتنا زیادہ خوش دیکھا کہ...... اُن کی اس خوشی والی کیفیت نے خود مجھ پر حال طاری کر دیا...... ہوا یہ کہ چند سال پہلے بندہ نے اُن سے درخواست کی کہ...... ''جامع مسجد عثمان و علی رضی اللہ عنہما'' کے معاملات، انتظامات، صفائی وغیرہ کے لیے مستقل ترتیب کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے...... کیونکہ ملک بھر سے یہاں سالکین اور طالبین کا آنا جانا لگا رہتا ہے...... میری خواہش ہے کہ آپ اس مسجد کے ''متولی'' بن جائیں اور سارے انتظامات خود دیکھیں...... بھائی جان نے قبول کر لیا...... جب مجلس ختم ہوئی اور ہم اکیلے ہوئے تو دیکھا کہ اُن کی حسین و جمیل آنکھوں میں پانی بھرا ہوا ہے...... میرا ہاتھ پکڑ کر کہا...... آپ نے تو آج میری آخرت کا بہترین انتظام کر دیا...... اللہ تعالیٰ آپ کو بدلہ دے آپ نے میری آخرت کا سامان کر دیا...... اور معلوم نہیں والہانہ انداز میں کیا کچھ کہتے رہے اور شکریہ ادا کرتے رہے...... مجھے اس وقت حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ یاد آ گئے...... انہوں نے مجھے کئی بار فرمایا تھا...... آپ نے میری بہت

خدمت کی ہے مگر جو خدمت گھر کے ساتھ یہ مسجد بنا کر کی ہے...... وہ سب سے بڑی ہے...... آج وہ باپ جو مسجد عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کا عاشق اور بانی تھا...... اور وہ بیٹا جو اس مسجد کا بے لوث خادم تھا...... اکٹھے ''مزار صابری'' میں آرام فرمایں...... اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ...... اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

دو قبریں ساتھ ساتھ...... دونوں جہاد اور مسجد کے خادم...... نیا زخم کبھی پرانے زخم بھی کھول دیتا ہے......

اللہ تعالیٰ اُن دونوں کو...... اپنی مغفرت کا نور...... اور اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں...... اور مجھے اور ہر مسلمان کو جہاد فی سبیل اللہ اور ''مسجد'' سے سچی محبت اور تعلق نصیب فرمائیں...... آمین یا ارحم الراحمین

ہمارے لیے حضرت ابا جی رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت تھے...... اور بھائی جان بھی...... اللہ تعالیٰ کا تحفہ......

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ...... وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

مولانا طلحۃ السیف

مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

إِنَّ لِلّٰہِ مَا أَخَذَ وَلَہُ مَا أَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَ اللّٰہِ بِأَجَلٍ مُّسَمًّی

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

بھائی طاہر انور صاحب دارفناء میں اپنی عمر مکمل کر کے دارالبقاء کو کوچ فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

ہم نے سنا ہے کہ وہ بچپن میں پورے خاندان کے سب سے محبوب فرد تھے۔، ہم نے دیکھا کہ وہ پورے خاندان کے سب سے محبت کرنے والے، ہر ایک کی غم خواری کرنے والے، ہر کسی کے کام آنے والے اور ہر ایک کی خبر گیری کرنے والے فرد تھے۔ ان کی محبوبیت، ان کی خوش مزاجی، ان کی خیر خواہی، ان کی مشقتیں، ان کی قربانیاں، ان کا تعبد، ان کا زھد کتنے پہلو ہیں جن پر لکھا جا سکتا ہے اور بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ اور ان کی یہ شفقتیں صرف اہل خاندان پر نہیں جبکہ جماعت کے تعلق سے ان سے وابستہ ہر فرد کے ساتھ تھیں۔ وہ کیسے بیٹے تھے، کیسے بھائی تھے اور کیسے والد؟ ہر پہلو میں ان کی زندگی بہت سبق آموز ہے۔ انہیں اپنے فن میں حذاقت کا کیسا مقام حاصل تھا لیکن انہوں نے اس سے دنیا بہت کم بنائی بلکہ شاید بالکل ہی نہیں بنائی بلکہ اس میں بھی خدمت اور خیر خواہی کے انداز کو اختیار کر کے اسے اپنے لیے (ان شاء اللہ) کیسا ذخیرہ آخرت بنایا یہ ان کی زندگی کا ایک

بہت روشن پہلو ہے۔

ذاتی تعلق اور محبت کی داستان اتنی طویل ہے کہ اسے ایک مضمون میں سمیٹنا ناممکن ہے۔ خاص اسی وجہ سے یہ سانحہ میرے لیے اتنا شدید ہے کہ قلم کو یارا نہیں کہ وہ ان باتوں کو رقم کر سکے۔ اس لیے آج کی اس بزم یاد میں ان کے رخصت ہونے کے چند منٹ بعد ہی جو تاثر بڑی شدت سے دل و دماغ پر نقش ہو گیا صرف وہ تحریر کرتا ہوں۔

بھائی جان بروز پیر عصر سے مغرب کے درمیان دنیا سے رخصت ہوئے۔ دم رخصت ان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ ان کی زبان مسلسل چل رہی تھی لیکن وہ بول نہیں پائے۔ ان کے منہ میں زمزم کا پانی ڈالا تو انہوں نے اسے اچھی طرح گھونٹ بھر کر نگل لیا۔ زمزم کا گھونٹ پیتے ہی ان کا پسینہ تھم گیا اور وہ پرسکون ہو گئے۔ زبان کی حرکت رک گئی۔ دھڑکنیں تھمنے لگیں اور آہستہ آہستہ مکمل بند ہو گئی اور وہ رخصت ہو گئے۔ مغرب کی نماز سے چند منٹ پہلے میں ان کے گھر سے واپس مرکز عثمان وعلی آ گیا۔ نماز کے لیے مسجد میں داخل ہوا تو ایک تاثر نے مکمل گھیر لیا اور ابھی تک اسی کے حصار میں ہوں۔ ہر نماز کے لیے مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو وہی احساس حواس پر چھا جاتا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ مسجد میں ان کے ذکر، تلاوت اور نوافل اور طویل تر سجدوں والی ان کی مخصوص جگہ گریہ کناں ہے۔ اس کے قریب سے گزرتا ہوں تو خود پر بھی یہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سوچتا ہوں وھم ہے لیکن نہیں۔ وھم ہوتا تو اب تک ختم ہو گیا ہوتا۔ یہ معاملہ تو ہر نماز کے وقت بڑھتا جا رہا ہے۔ میں نے انہیں گزشتہ تین سالوں سے خصوصاً اس جگہ ظہر سے عصر اور مغرب تا عشاء اکثر نماز میں دیکھا۔ انہوں نے تین سال قبل صحت کی خرابی اور کمزوری کی وجہ سے تدریس کی خدمت سے معذرت فرمائی تھی کہ اب مسلسل بولنا مشکل ہوتا ہے اس کے بعد انہیں اس مسجد کی خدمت سونپ دی گئی۔ انہوں نے اس پر جس طرح والہانہ خوشی اور بے انتہاء مسرت کا اظہار فرمایا وہ آج بھی یاد ہے۔ انہیں شاید اپنی آخری زندگی کے لیے اسی ''تشکیل'' کا انتظار تھا۔ وہ نماز، تلاوت اور ذکر کے ہمیشہ سے پابند تھے۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ کے فیض یافتہ تھے اور ان کے علاوہ بھی اپنے ذوق کی تسکین کے

لیے ''اہل ذکر'' بزرگوں کے ہاں حاضری کا معمول انہوں نے اپنی صحت کے زمانے تک ہمیشہ جاری رکھا۔

لیکن یہ ذمہ داری ملنے کے بعد تو انہوں نے گویا مسجد کو گھر بنالیا۔ وہ ظہر کی نماز میں تشریف لاتے۔ نماز کے بعد طویل نوافل پڑھتے۔ نوافل میں ان کا خاص ذوق لمبے سجدے کرنے کا تھا۔ اتنا طویل سجدہ کہ اچھے خاصے جوان آدمی کے اعصاب اس میں اکڑ جائیں بھائی جان کے لئے آسان تھا۔ اتوار کے دن تک انہیں ان سجدوں میں اپنے رب سے مناجات کرتے دیکھا۔

طویل سجدوں کے ذوق اور تاثیر کے حوالے سے ایک بات یاد آگئی۔ چند ماہ پہلے کی بات ہے وہ عصر کے بعد میرے کمرے میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ آج تمہارے ساتھ چائے پینے کا دل ہے۔ میں نے چائے منگوالی۔

ہم چائے پی رہے تھے کہ محلے کا ایک نوجوان انہیں تلاش کرتا ہوا مرکز آگیا۔ اسے کمرے میں بلالیا اور آنے کی وجہ پوچھی۔ اس نے اپنی کوئی شدید قسم کی گھریلو پریشانی بتائی اور پھر بتانے لگا کہ اس کے حل کے لئے کہاں کہاں جاچکا ہوں۔ کتنے لمبے لمبے وظیفے کرچکا ہوں، کن کن عاملوں کو آزما چکا ہوں لیکن مسئلہ جوں کا توں ہے۔ آپ کوئی بزرگ بتادیں جن کے ذریعے میرا مسئلہ حل ہو جائے۔ بھائی طاہر اپنی افتادِ طبع کے مطابق اس کی پریشانی سے بہت رنجیدہ ہوئے اسے دعائیں دیں اور اسے عجیب بات تلقین کی۔ کہا بس لوگوں کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دو، دو کام کرلو ان شاءاللہ اطمینان کی صورت بن جائے گی۔

(۱) اب صرف اللہ تعالیٰ سے رجوع کرو!

(۲) لمبے سجدے کی عادت ڈالو۔ پھر ہنستے ہوئے فرمایا کہ اتنا لمبا سجدہ کیا کرو کہ ساتھ والا نمازی تمہارے گھر جا کر بتائے کہ آپ کا لڑکا سجدے میں فوت ہو چکا ہے مسجد سے جا کر اٹھالائیں۔

یہ ان کی صرف تلقین نہیں تھی ان کا اپنا عمل تھا۔ طویل سجدوں والے نوافل کے بعد وہ تلاوت میں محو ہو جاتے۔ عصر کے بعد وہ اپنی دیگر ذمہ داریاں نبھانے مرکز میں اپنی نشست پر تشریف لے

جاتے۔ڈاک لکھتے دیگر امور نمٹاتے، چائے نوش کرتے اور مغرب کی نماز کے بعد پھر عشاء تک اپنی جگہ سنبھال لیتے۔ پھر وہی نوافل سجدے، تلاوت اور لمبی تسبیح پر ذکر خفی۔ درمیان میں کچھ عرصہ شوگر کی وجہ سے انہیں پیشاب کی کثرت کا عارضہ لاحق ہوگیا۔اس کے سبب ان کے معمولات میں خلل آگیا۔وہ بہت غمگین ہوئے اور ایک دن تو اس تذکرے میں وہ رو پڑے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے آنسوؤں کی قدر فرمائی انہیں صحت نصیب ہوگئی اور ان کے معمولات جڑ گئے۔عید کے دن وہ ملے مسرت سے دمکتے چہرے کے ساتھ فرمایا الحمدللہ تین چار سال بعد رمضان المبارک کے پورے روزے اللہ تعالیٰ نے رکھوا دیئے۔تراویح میں پورا ختم قرآن سننا آسان فرمادیا۔گذشتہ چند سالوں سے صورتحال یہ تھی کہ ابتداء میں روزے اور تراویح آسان ہوتی لیکن آگے چل کر صحت کی مشکلات پیش آجاتیں اور تسلسل برقرار نہ رہ پاتا۔اس سال الحمدللہ بہت آسانی رہی۔عید کی نماز کے بعد ان کا فوراً والدہ صاحبہ حفظہا اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضری کا ہمیشہ سے معمول تھا۔اس عید پر بھی حسب معمول تشریف لے گئے اور ان کے سامنے بھی اسی طرح مسرت کا اظہار کیا۔گویا ان کے لئے عید کی اصل خوشی یہ تھی جس کا وہ بار بار والہانہ اظہار کر رہے تھے۔ چند دن پہلے ایک اور بات پر اسی طرح خوشی کا اظہار فرمایا تھا۔فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں گھٹنے ایک بار بٹھادیں تو بندہ پھر نہیں اٹھتا۔میرے لئے بھی گذشتہ کئی ماہ کھڑے ہوکر نوافل پڑھنا ممکن نہیں رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے صحت لوٹادی ہے الحمدللہ قیام کے ساتھ نماز ادا کر رہا ہوں۔زندگی کی آخری نماز بھی انہوں نے قیام کے ساتھ ادا کی۔

عرض کر رہا تھا کہ مسجد میں انہوں نے ان تمام معمولات کے لیے جو جگہ مخصوص کر رکھی تھی، اب اس جگہ سے گزرنا مشکل ہوتا ہے۔محسوس ہوتا ہے کہ یہ مکان اپنے مکین کے لیے گریہ کناں ہے۔ سجدوں کا مقام افسردہ ہے اور تلاوت کی نشست رنجیدہ۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آتا ہے۔قرآن مجید میں آل فرعون سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ۔ (الدخان)

ترجمہ: پس نہ ان پر آسمان رویا نہ زمین اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مؤمن کے لئے آسمان پر دو دروازے ہیں۔ایک سے اس کا عمل اوپر جاتا ہے اور ایک سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے۔جب مؤمن دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل والا دروازہ بھی اس پر روتا ہے اور رزق والا بھی۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امام بیہقی نے روایت نقل کی ہے کہ مؤمن جس جگہ زمین پر نماز ادا کرتا ہے اور ذکر کرتا ہے اس کے رخصت ہونے کے بعد وہ جگہ اس پر روتی ہے۔

ہم سب اہل خاندان غمگین ہیں کہ سب سے محبت کرنے والے،سب کا خیال رکھنے والے،سب کی غمی خوشی،تکلیف پریشانی کی مکمل خبر رکھنے والے بھائی جان رخصت ہوئے ہیں۔جماعت کے ساتھی غمگین ہیں کہ غمخواری،فکرمندی کے ساتھ ان کا خیال رکھنے والے اور انہیں دعائیں دینے والے بزرگ رہنما انہیں چھوڑ گئے ہیں۔

ماں کا غم ہے کہ ان کا پیارا لخت جگر جدا ہوا ہے

اہل و اولاد کا غم ہے کہ انہوں نے اپنے سر کا تاج اور حفاظت کا حصار کھو دیا ہے۔

ہر ایک جدا جدا کیفیت میں غمگین ہے سوگوار ہے لیکن مسجد کے اس گوشے کا غم......

وہاں سے گزرتا ہوں تو اپنا غم چھوٹا لگتا ہے اس کے غم میں دل سوگوار اور آنکھ نم ہو جاتی ہے۔

یا اللہ!

آپ کے عاجز بندے حکیم محمد طاہر انور کو ہم نے سالہا سال سے اس کیفیت میں دیکھا کہ ان کا دل آپ کی مسجد میں اٹکا ہوا تھا۔انہوں نے آپ کی مسجد کو سجدوں سے،تلاوت و ذکر سے آباد رکھا۔اس کی دیکھ بھال کی۔اس کی صفائی ستھرائی کی فکرمندی سے ترتیب بنائی۔ان کے حق میں وہ وعدہ پورا فرما دیجئے جو آپ نے اس شخص کے لیے رکھا ہے جس کا دل مسجد میں اٹکا ہو۔وہ مسجد سے جائے تو اس پر واپس لوٹنے کی فکر سوار ہو۔

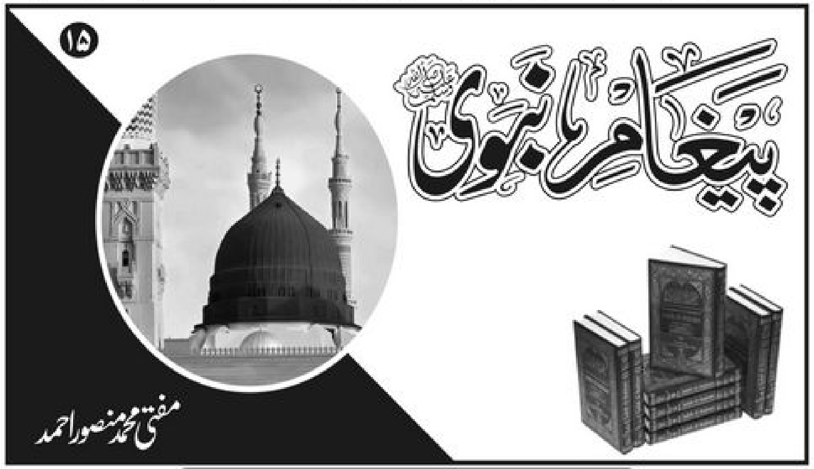

اپنے محسنین کی مخالفت کر کے دوگناہ جمع نہ کریں!

مَنْ يَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ؟ (سنن نسائی: ۴۳۲۱)

''ایسا کون کرسکتا ہے؟ (یعنی کوئی بھی اس کی طاقت نہیں رکھتا)''

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! مجھے جہاد کے برابر کسی عمل کی طرف رہنمائی فرمادیں!

پیارے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا!

کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ جب مجاہد اللہ کے راستے میں جہاد کیلئے نکلے تو آپ مسجد میں جا کر مسلسل نماز پڑھتے رہیں اور اس میں ذرا بھی وقفہ نہ ہو، اسی طرح آپ مسلسل روزے رکھتے رہیں اور افطار نہ کریں؟

اس شخص نے عرض کیا: ایسا کون کرسکتا ہے؟! (یعنی کوئی شخص ایسا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا)

☆ یہ جہاد وہ عظیم الشان فریضہ ہے جس نے دینِ اسلام کو عزت بخشی!

☆ اللہ تعالیٰ نے اسی کے ذریعے اسلام کی عظمت کو قائم فرمایا اور جہاد ہی کے ذریعے دنیا بھر میں اسلام کی حکومت قائم ہوئی!

☆ وہ حق بات جس کی حفاظت طاقت کے ذریعے نہ کی جائے لوگ اسے معمولی اور ہلکا سمجھ لیتے ہیں!

☆ اسی طرح وہ عزت جس کا تحفظ اور دفاع نہ کیا جائے مٹادی جاتی ہے!

☆ جس کے ایک گال پر تھپڑ مارا جائے اور وہ دوسرا گال بھی آگے کر دے، ایسا شخص ذلت کا شکار ہے، خواہ وہ اس کو بردباری اور برداشت کا نام دے!

☆ جو شخص دشمن کا تابعدار اور پیروکار بن جائے وہ بزدل ہے، خواہ وہ کتنا ہی کشادہ دل ہونے کا دعویٰ کرے!

☆ اگر آپ خود مجاہد نہیں بن سکتے تو کم از کم مجاہدین کا ساتھ چھوڑنے والوں میں سے بھی نہ بنیں!

☆ کبھی بھی اپنے اوپر دوگناہ جمع نہ کریں:

ایک جہاد سے پیچھے رہنے اور جہاد چھوڑ دینے کا گناہ، دوسرا ان لوگوں کی برائیاں بیان کرنے کا گناہ جو آپ ہی کا دفاع کرتے ہیں، جبکہ اسلام کا دشمن آپ سے بالکل محفوظ رہتا ہے!

محبتیں بانٹیں، سنگ دل نہ بنیں!

وَلٰکِنَّ ابْنِی ارْتَحَلَنِی (مسند احمد: ۲۷۶۴۷)

''میرا بیٹا (یعنی میرا نواسہ) میری پشت پر سوار ہو گیا تھا''

نبی کریم ﷺ اپنے نواسے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اُٹھائے ہوئے عشاء کی نماز کیلئے مسجدِ نبوی شریف میں تشریف لائے، آپ ﷺ نے انہیں اپنے دائیں طرف بٹھایا اور تکبیر کہہ کر لوگوں کو نماز پڑھانا شروع کر دی، پیارے آقا ﷺ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ لوگ آپ کے بارے میں گھبرا اُٹھے، جب نماز پوری ہو گئی تو لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے انتہائی لمبا سجدہ کیا ہے، کیا آپ کو خاص طور پر اس کا حکم ملا ہے؟ یا سجدے کے دوران آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی؟

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، ہاں میرا بیٹا (یعنی میرا نواسہ) میری پشت پر سوار تھا، اس لیے مجھے اچھا نہیں لگا کہ اس کو جلدی اُترنے پر مجبور کر دوں جب تک کہ وہ اپنی مرضی سے نہ اُترے۔

☆ اگر اچھے اخلاق کو کسی انسان کی شکل میں ڈھال دیا جائے تو وہ انسان نبی کریم ﷺ ہوں گے!

☆ اگر رحمت کی کوئی انسانی شکل بنائی جائے تو وہ انسان نبی کریم ﷺ ہی ہوں گے!

☆ اگر نرمی کوئی انسانی روپ اختیار کرلے تو یقیناً وہ انسان نبی کریم ﷺ ہی ہوں گے!

☆ دیکھیں! آپ ﷺ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ لوگ ڈر گئے کہ کہیں آپ ﷺ سجدے میں انتقال تو نہیں فرما گئے، بعد میں پتہ چلا کہ لمبے سجدے کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ ﷺ کے نواسے سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کی پشت پر سوار تھے، آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ انہیں پشت سے اُتار دیں، جب تک کہ وہ خود اپنی کھیل کود سے فارغ ہو کر نہ اُتر جائیں!

☆ کامل انسانوں کو بچپن سے ہی بھرپور محبت نصیب ہوتی ہے!

☆ سنگدل نہ بنیں اور اپنے گھروں میں وحشی لوگ تیار نہ کریں، ورنہ آپ کو گھر والوں سے ہمیشہ شکایت ہی رہے گی!

محبتیں بانٹیں، سنگ دل نہ بنیں!

فَإِنَّهَا كَانَتْ تُحِبُّ خَدِيجَةَ (المستدرک للحاکم: ۷۳۳۹)

''کیونکہ وہ خدیجہ سے محبت کرتی تھی''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی نبی کریم ﷺ کو کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپ فرماتے: یہ فلاں عورت کے گھر دے دو، کیونکہ وہ خدیجہ سے محبت کرتی تھی۔

آپ ﷺ کو صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت نہیں تھی، بلکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت فرماتے تھے۔

☆ وہ آدمی غلطی پر ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ محبت کے اظہار سے مردانگی میں کمی آتی ہے، بلکہ جتنا کوئی مرد اپنی بیوی سے محبت، نرمی، لاڈ پیار اور عزت سے پیش آتا ہے مردانگی میں اسی قدر اضافہ ہوتا ہے!

☆ وہ آدمی غلطی پر ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ سختی سے عورت کو زیر کیا جا سکتا ہے!

☆ محبت کے علاوہ کوئی چیز عورت کو زیر نہیں کر سکتی!

☆ اگر آپ عورت کے مالک بننا چاہتے ہیں تو سوائے اس کے دل کو خوش کرنے کے اور کوئی راستہ نہیں!

☆ اس لیے اُن سے محبت کریں، وہ دل و جان سے آپ کی غلام بن جائیں گی!

☆ اُن سے لاڈ پیار کریں وہ آپ کی چاہنے والی، دوست اور زندگی بھر کی ساتھی بن جائیں گی!

مولانا محمد نعمان خلیل

خلیل اللہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَبِیْنَا اِبْرَاھِیْمَ

اللہ تعالیٰ ابو الانبیاء علیہم السلام، خلیل اللہ، منیب اللہ، اَواہ اللہ، شاکر اللہ، حنیف اللہ، صفی اللہ، قانت اللہ، صدیق اللہ، الحلیم تخلق اللہ، حضرت سیدنا و اَبونا، وجدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علمی، عملی اور روحانی کامل نسبت نصیب فرمائیں۔

ہمارا لازمی اور حتمی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام برحق، اللہ تعالیٰ کے خاص چنیدہ اور منتخب بندے اور اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب پانے والے ہیں۔

ہر نبی کی اپنی شان اور اپنا مقام ہے، ہر رسول کا اپنا درجہ اور اپنا مرتبہ ہے، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ [البقرۃ: 253]

ترجمہ: ہم نے ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام انبیاء علیہم السلام کے امام، سردار اور خاتم ہیں، آپ کی رسالت کے بعد تمام پچھلی شریعتیں اور نازل شدہ آسمانی کتب منسوخ ہو چکی ہیں، لیکن ان سب میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خاص فضیلت حاصل ہے کہ ان کے بعض خاص اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت

میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باقی رکھے گئے ہیں۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر خیر کا منبع:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرآن کریم میں ایک خاص وصف بیان فرمایا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک امت تھے، چنانچہ سورۃ النحل میں فرمان ہے:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

[سورۃ النحل: 120]

ترجمہ: یقیناً ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام عظیم پیشوا، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور (تمام شرور وفتن اور ادیان باطلہ سے) یکسو تھے۔ اور شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔

لفظ ''امۃ'' کے مختلف معانی آتے ہیں۔ قرآن کریم میں امۃ کا لفظ اکاون (۵۱) مرتبہ آیا ہے اور اکثر جگہوں پر الگ الگ معنی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہاں اس سے مراد ایسا شخص ہے، جو ''معلم الخیر اور جامع الخیر'' ہو، اور جس کی خیر انسانیت کو ہمیشہ پہنچتی رہے۔ جو امت کے لیے رشد و ہدایت کا منار بن جائے۔ جس کے فیض سے پوری امت مستفید ہو۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ''معلم الخیر اور جامع الخیر'' تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد روئے زمین پر جو بھی خیر آئی، وہ آپ ہی کے وسیلہ سے انسانوں کو پہنچی ہے۔ ہر نیکی کا سرا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملتا ہے۔ ہر ہدایت کی کرن آپ سے پھوٹتی ہے، کیوں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابو الانبیاء ہیں۔ ہر زمانے کی خیر اس زمانے کے نبی اور رسول کی برکت سے ہوتی ہے اور آپ کے بعد ہر نبی آپ ہی کے نسب سے تھے۔ حضرت سیدنا اسحاق، حضرت سیدنا یعقوب، حضرت سیدنا یوسف، حضرت سیدنا موسیٰ، حضرت سیدنا داؤد، حضرت سیدنا سلیمان، حضرت سیدنا زکریا، حضرت سیدنا یحییٰ، حضرت سیدنا عیسیٰ علیہم السلام الغرض بنی اسرائیل کے تمام انبیاء علیہم السلام آپ ہی کے نسب تھے۔ اسی طرح سرور دو عالم، فخر الرسل، امام الانبیاء حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب بھی حضرت سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسط سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملتا ہے، تو معلوم ہوا زمانے کی ہر خیر اور راہِ ہدایت کی ہر کرن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے فیض سے وابستہ ہے۔

معلم الخیر اور جامع الخیر بننے کے لیے یہ دعاء مانگنی چاہیے:

اللهم اجعلني أمة قانتاً لك حنيفا

ولا تجعلني من المشركين

اور اسی خاص وصف کی وجہ سے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت محمدیہ کے لیے بھی اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ [الممتحنة: 4]

قرآن کریم میں براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کا حکم دیا گیا:

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

[النحل: 123]

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امت محمدیہ پر احسانات:

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس آخری امت پر بہت عظیم اور ہمیشہ باقی رہنے والے احسانات ہیں، مثلاً بیت اللہ شریف ہی کو دیکھ لیجیے۔ کعبۃ اللہ اور کعبۃ اللہ سے جڑی ہر چیز حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والہانہ یاد دلاتی ہے۔

☆ وہاں مقام ابراہیم ہے، وہ پتھر جو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جنت سے لایا گیا، جس پر کھڑے ہو کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ تعمیر فرمایا، جس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک کے نشانات قیامت تک باقی رہیں گے، وہ پتھر جسے گردش زمانہ اور صدیوں کے حالات اپنی حالت سے ذرہ نہ بدل سکے لیکن اس پر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نشانات فوراً چھپ گئے، سبحان اللہ العظیم، جس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم قرآن کریم میں دیا گیا:

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرٰهِمَ مُصَلًّى

جہاں دعائیں سیدھی عرش سے قبولیت پاتی ہیں، حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ اسی مقامِ ابراہیم والی جگہ پر قبول ہوئی تھی۔ (المناسك للملا علی القاری)

☆ وہاں حجرِ اسود ہے، خاص جنت سے لایا گیا پتھر، جو یمین اللہ ہے، جس نے اسے چھولیا، بلا تمثیل گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرلیا، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی سب سے پہلے اسے اپنی مقررہ جگہ پر رکھا۔

☆ وہاں صفا مروہ ہے، جو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، ان کی زوجہ مکرمہ، حضرت والدہ محترمہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور فرزند ارجمند، والد محترم حضرت سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد سے وابستہ ہے، وہ سعی کے دوران لجاجت، انتظار، بے خودی، امید اور خوف کی کیفیت کی حالت میں دوڑنا حضرت والدہ محترمہ کی آنسوؤں سے تریاد دلاتا ہے۔

☆ وہاں آبِ زم زم ہے، جنت کا چشمہ، روئے زمین کا سب سے پاکیزہ اور معطر پانی، وہ بھی اسی خانوادہ کی یاد سے معمور ہے۔

☆ بیت اللہ کی کون سی چیز ایسی ہے، جو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد سے معطر نہ ہو، ایسی یاد جو آنکھوں کو تر کردے، جو دل کی کیفیت بدل دے، جو سر کو جھکا دے، بیت اللہ کا زائر تو گویا ہر وقت اپنی جھکی نظروں، بھیگی پلکوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان، عظمت، مقام و مرتبہ ہی میں ڈوبا رہتا ہے اور یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ وہ کون سا عمل اور کون سا وصف ہوگا کہ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے خانوادہ کو یہ بلند ترین مقام عطاء فرمایا کہ ان کے اعمال کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاری فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے خلیل کا تذکرہ تقریباً 69 مرتبہ فرمایا ہے، ان کے ضمن میں وہ اعمال اور صفات سمجھی اور دیکھی جاسکتی ہیں، جس کی بدولت حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے خانوادہ کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی، ہر مؤمن کو بالخصوص بیت اللہ کے زائر کو ان کے قرآنی تذکرہ سے بھرپور مستفید ہونا چاہیے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو خاص انعام:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے شمار انعامات سے نوازا ہے، ہر انعام عظیم الشان ہے، ہر نعمت قابل رشک ہے، لیکن ان میں دو انعام ایسے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کہ ان پر دیگر انبیاء علیہم السلام بھی شاید رشک کرتے ہوں گے:

1-الأعمال الصالحات الباقيات:

ایسے اعمال صالحہ جو قیامت تک باقی رہنے والے ہیں...اور اسی طرح ہی باقی رہنے والے جس طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کر کے گئے۔ جیسا کہ بیت اللہ شریف، مقام ابراہیم، صفا، مروہ، آبِ زمزم اور قربانی وغیرہ۔

2-الذرية الصالحة الباقية:

ایسی نسل جو زمانے کی سب سے زیادہ پاکیزہ اور قیامت تک باقی رہنی والی ہے۔ کائنات کی سب سے بڑی خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس بھی انہی کی ذریت میں سے ہے اور دنیا کے آخری زمانے میں جو عروج کا چاند طلوع ہوگا، تو اس کے سرخیل بھی آپ ہی کی ذریت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ بندہ کو اور آپ سب کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیض اور ان سے خاص نسبت نصیب فرمائیں۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَاتِ الْبَاقِيَاتِ

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا الذُّرِّيَّةَ الصَّالِحَةَ الْبَاقِيَةَ

معذرت! یہ موضوع بہت تشنہ اور ادھورا رہ گیا، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پھر کبھی تکمیل ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

رفقائے دارالبیان

دین کا علم حاصل کرنا اور قرآن وسنت کی تعلیم کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنا ایک نہایت عظیم اور بابرکت عمل ہے۔ یہی علم انسان کو اپنے رب کی پہچان عطاء کرتا اور زندگی کے صحیح راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ رب العزت کے نزدیک علمِ دین کی بڑی فضیلت اور بلند مقام ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ علم اور اہلِ علم کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی علمِ دین کے حصول کی زبردست ترغیب دی گئی ہے۔ علم ہی وہ نور ہے جو انسان کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لے آتا ہے۔ علمِ دین کے ذریعے انسان اپنے اعمال کو درست کرتا اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتا ہے۔ یہی علم دنیا و آخرت کی کامیابی کا حقیقی ذریعہ ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ علمِ دین حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ سب سے پہلے قرآن کریم کے چند مقامات پیش کیے جائیں گے، پھر احادیث مبارکہ ذکر کی جائیں گی۔ سورۃ آلِ عمران میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ [آل عمران: 18]

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے توحید بیان کرتے ہوئے اپنے اور فرشتوں کے ساتھ علماء کا تذکرہ فرمایا ہے اور یہ انداز علماء کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر علماء سے بڑھ کر کوئی اور عزت وشرف والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ

اس کا تذکرہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اور فرشتوں کے ساتھ علماء کا تذکرہ کر کے علم اور علماء کا مقام بیان کیا ہے۔سورۃ طٰہٰ پڑھیے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا [طٰهٰ: 114]

غور کیجئے اللہ رب العزت نے پورے قرآن میں صرف ایک چیز زیادہ مانگنے کا اپنے محبوب پیغمبر کو حکم دیا ہے اور وہ چیز دین کا علم ہے:

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا [طٰهٰ: 114]

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ علم کی بہت بڑی فضیلت کے لیے صرف یہ ایک آیت ہی کافی ہے۔سورۃ العنکبوت میں اللہ رب العزت علم اور علماء کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

''بلکہ یہ (قرآن) تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں ہماری آیتوں کا منکر بجز ظالموں کے اور کوئی نہیں۔''[العنکبوت:49]

اس سورۃ میں آیت 43 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان فرمارہے ہیں انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔''

سورۃ فاطر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کہ اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔''[فاطر:28]

کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں دراصل جس قدر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان زیادہ ہو اسی قدر اللہ تعالیٰ کا ڈر دل میں زیادہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان علم دین سے حاصل ہوتی ہے اس لیے فرمایا کہ علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

سورۃ رعد میں فرمایا:

''کیا وہ ایک شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے جو اُتارا گیا ہے وہ حق ہے اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔''[الرعد:19]

غور کیجئے! دین کا علم رکھنے والے کو بینا اور بے علم اور جاہل کو نابینا اور اندھا کہا گیا ہے۔

سورۃ المجادلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو خوب خبردار ہیں۔'' [المجادلہ:11]

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند فرماتے ہیں۔ حقیقت ہے دین کا علم دنیا میں بھی بلندی مقام اور عزت وشرف کا ذریعہ ہے اور آخرت میں بھی درجات کی بلندی کا سبب ہے۔

یہ قرآن کریم کے چند مقامات ہیں جن میں خالق کائنات نے علم اور علماء کی فضیلت ومنفعت بیان فرمائی ہے۔

احادیث:

عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی الله عَنهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي۔

[صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب قولہ تعالیٰ: فان للہ خمسہ وللرسول]

''حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین اسلام کی سمجھ بھی عطاء کرتا ہے اور بلاشبہ میں علم کو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی (علم میں فہم) عطاء کرتا ہے۔''

اور دوسری حدیث میں فرمایا:

عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا

[صحیح مسلم، کتاب البر والصلاۃ، باب الأرواح جنود مجندۃ]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح معدنیات کی کانیں ہیں، جو زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اگر دین کو سمجھ لیں تو زمانہ اسلام میں بھی اچھے ہیں۔''

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا

[صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: حسد (رشک) کرنا صرف دو ہی آدمیوں کے ساتھ جائز ہوسکتا ہے۔ ایک تو اس شخص کے ساتھ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے حق اور مناسب جگہوں میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے اس شخص کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (عقل علم قرآن وحدیث اور معاملہ فہمی) دی اور وہ اپنی حکمت کے مطابق حق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔''

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔ [ابوداؤد]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (جن کا فیض اسے برابر پہنچتا رہتا ہے): ایک صدقہ جاریہ، دوسرا علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے، تیسرا صالح اولاد جو اس کے لیے دعائیں کرتی رہے۔

وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ،

وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ۔

[صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن]

اور جو لوگ بھی اللہ کے گھروں (مساجد) میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر تلاوت کتاب اللہ کرتے ہیں اور باہمی پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر سکینت اتر آتی ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔

کثیر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، ان کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا: ابوالدرداء! میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے ایک حدیث (سننے) کے لیے آیا ہوں میں کسی دوسرے کام سے نہیں آیا بلکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے:

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

[جامع الترمذی، کتاب العلم، باب فی فضل الفقہ علی العبادۃ]

جو شخص طلب علم کے لیے سفر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے، فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں، زمین و آسمان کی ہر چیز اور پانی کی گہرائی میں مچھلیاں طالب علم کے لیے مغفرت طلب کرتی ہیں، بے شک عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو باقی ستاروں پر برتری ہے، بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے

وارث ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام درہم و دینار نہیں چھوڑ کر جاتے بلکہ وہ تو صرف علم چھوڑ کر جاتے ہیں، پس جس نے اسے حاصل کرلیا اس نے وافر حصہ حاصل کرلیا۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو انسانوں کا تذکرہ کیا گیا۔ ان میں ایک عابد اور دوسرا عالم تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ۔

[جامع الترمذی، کتاب العلم، باب فی فضل الفقه علی العبادة]

عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، زمین و آسمان کی مخلوق حتیٰ کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں، لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِي رضی الله عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ: لَنْ يَشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَسْمَعُهُ حَتَّى يَكُونَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةُ

[جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن علم کی باتیں سننے سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفے کے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: قرآن مجید کی کوئی آیت اور سورۃ ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ کہاں کہاں نازل ہوئی اور کس مسئلے کے بارے میں نازل ہوئی۔

اللہ اکبر! کتنے بڑے عالم تھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیکن مزید علم کی تڑپ دیکھئے۔

فرماتے ہیں: اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کسی جگہ کوئی عالم ہے جس کے پاس کسی آیت کے متعلق وہ علم ہے جو مجھے نہیں تو اگر اس عالم تک اونٹ پہنچا سکتے ہوں تو میں وہاں جاؤں اور وہ علم لے کر آؤں۔

حضرت سُلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک قیمتی باغ ہبہ کیا وہ اس کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے۔ شام کے وقت جب شہر میں آتے لوگ بتلاتے کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں اتنے مسئلے سمجھائے۔ آج اتنے مسئلے سمجھائے۔ حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ میں تو علم سے محروم ہو رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول وہ باغ واپس لے لیں مجھے ایسی چیز کی ضرورت نہیں جس نے مجھے آپ سے اور (دین کے علم سے) دور کر دیا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے تابعی محدث اور مفسر تھے۔ ان کی والدہ محترمہ انہیں دین پڑھنے کے لیے روانہ کرتی ہیں اور کہتی ہیں: بیٹا بے فکر ہو کر دین پڑھنا معاش کے فکر میں نہ پڑنا۔ میں چرخہ کات کے تیری ضرورتیں پوری کروں گی۔

علمِ دین ہی وہ عظیم نعمت ہے جو انسان کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی عطاء کرتی ہے۔ یہی علم بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب کرتا اور اس کے درجات بلند کرتا ہے۔ علم کے بغیر عبادت بھی مکمل نہیں ہوتی اور نہ ہی زندگی کا درست رخ متعین ہو سکتا ہے۔ آج کے دور میں اس کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے جہاں فتنوں اور گمراہیوں کی کثرت ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ خود بھی علمِ دین حاصل کریں اور اپنی نسلوں کو بھی اس کی طرف راغب کریں۔ اپنے بچوں میں سے کسی کو دین کے لیے وقف کرنا ایک عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ یہی وہ سرمایہ ہے جو مرنے کے بعد بھی انسان کے لیے نفع کا ذریعہ بنتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع عطاء فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

مولانا عبدالحفیظ امیرپوری

رمضان کے بعد... کیا ہم وہی رہتے ہیں؟

رمضان رخصت ہو چکا ہے، مگر دل کے کسی کونے میں اس کی روشنی باقی ہے۔ روح پر جیسے اب بھی سحر وافطار کے لمحات کی مہک محسوس ہوتی ہے، شب بیداریوں کی برکت باقی ہے، اور دعا کے وہ لمحات جیسے وقت کی قید سے آزاد ہو گئے ہوں۔ لیکن اب جب معمول کی زندگی کی طرف واپسی ہو رہی ہے تو ایک سوال بار بار دل میں اُبھرتا ہے:

''کیا واقعی کچھ بدلا ہے؟ یا وہی سب کچھ لوٹ آیا ہے جو رمضان سے پہلے تھا؟''

رمضان کے شب و روز محض ایک عادت نہیں تھے، بلکہ ایک تربیت تھی۔ بندگی کی مشق، اطاعت کا ذوق، قرآن سے قربت، دل کی نرمی، آنکھ کی نمی، اور رات کے سناٹے میں رب کے حضور جھک جانے کا سکون۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ سب کس حد تک باقی ہے؟ اور اگر باقی نہیں رہا، تو پھر وہ'' آنسو، وہ اذکار، وہ تسبیحات، وہ تراویح، وہ تہجد، وہ قرآن، وہ سحری میں اٹھنا، وہ افطار کے وقت دل کا نرم ہونا'' یہ سب صرف وقتی جذبات تھے؟ کیا وہ جو ہم نے مانگا، وہ ہم بھول گئے؟ یا وہ جس نے دیا، وہ ہمیں بھول گیا؟

رمضان میں تعلقات کی اصلاح ہوئی تھی، دل میں نرمی آئی تھی، زبان پر ضبط آیا تھا، آنکھ نیچی رہنے لگی تھی، فضول باتوں سے اجتناب پیدا ہوا تھا۔ کیا اب وہ ساری تبدیلیاں واپس مٹ گئیں؟ کیا وہ سخاوت جو ہر مانگنے والے کو دینے میں ظاہر ہوئی، اب پھر سے کنجوسی میں چھپ گئی؟ اگر ایسا ہے تو گویا رمضان صرف ایک لمحاتی زخم تھا جو اب مندمل ہو چکا ہے، جبکہ اس کا مقصد تو دل کی گہرائیوں میں ایسا چراغ جلانا تھا جو پوری زندگی کو روشن کرے۔

یہ وقت ہے جب انسان اپنے اندر جھانکتا ہے۔ یہ وہ لمحے ہیں جہاں ضمیر کی آواز سنائی دیتی ہے۔ جب دل خود سے سوال کرتا ہے کہ کیا وہ قرآن جو ہر دن کا ساتھی بن گیا تھا، اب پھر سے طاق کی زینت بن گیا؟ کیا وہ سجدے جو روح کو تازگی دیتے تھے، اب بوجھ لگنے لگے؟ اور وہ فجر جس کے بعد دل دن بھر سکون میں رہتا تھا، اب نیند کی قربانی کے قابل نہیں رہی؟ گویا بندگی کی جو خوشبو رمضان میں مہک رہی تھی، وہ اب دوبارہ دنیا کی گرد میں دب گئی؟

لیکن یہ سب کچھ محض احساسات کے زوال کا نتیجہ نہیں، بلکہ ایک آزمائش ہے۔ اللہ نے رمضان میں جو قرب بخشا، اب اسی کو سنبھال کر رکھنے کا وقت آیا ہے۔ جو دل نرمی سے لبریز ہو چکا تھا، اب اسی کو سختی سے بچانے کی ذمہ داری ہے۔ جو وقت قرآن کے ساتھ گزرا، اب اسے زندگی کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عبادت کا اصل کمال تسلسل میں ہے، جذباتی لہر میں نہیں۔ وہی بندگی معتبر ہے جو موسمی نہ ہو، بلکہ مستقل ہو، صبر سے جڑی ہو، اخلاص سے پروئی ہوئی ہو۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب اور پسندیدہ عمل وہ ہیں جو ہمیشہ کیے جائیں چاہے وہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''لوگو! جتنی بھی طاقت رکھتے ہو عمل کیا کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو ملال نہیں ہوتا حتیٰ کہ تم خود تنگ دل ہو کر اکتاہٹ محسوس کرنے لگو، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین اعمال وہ ہیں جن پر ہمیشگی کی جائے چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہوں''۔ (صحیح مسلم)

اور جب نبی ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب اور پسندیدہ ترین اعمال کون سے ہیں؟ تو نبی ﷺ کا یہ فرمان تھا:

''ہمیشہ کیا جانے والا، اگرچہ وہ کم ہی ہو''

اکثر دل یہ سوچتا ہے کہ رمضان میں تو خاص رحمتوں کی فضا ہوتی ہے، وہ ماحول ہی اور ہوتا ہے، لیکن اب وہ ماحول نہیں رہا۔ مگر یہی تو اصل حقیقت ہے کہ بندہ اُس ماحول کو خود پیدا کرے، اپنی توجہ سے، اپنے اہتمام سے، اپنے باطن کی صفائی سے۔ اگر رمضان ایک خاص موسم تھا، تو اب دل کو وہ درخت بننا ہے جو ہر موسم میں ہرا رہے، جو خزاں میں بھی سبز امید کی علامت ہو۔

رمضان میں آنکھوں نے جو آنسو بہائے، کیا وہ صرف ایک مہینے کی تھکن تھے یا حقیقی ندامت کا اظہار؟ اگر وہ حقیقی تھے تو اب بھی وہی آنکھیں رب کے سامنے جھک سکتی ہیں۔ اگر وہ خشوع دل کی گہرائی سے نکلا تھا، تو اب بھی وہی دل توبہ کی ضرب سے لرز سکتا ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم نے رمضان کے بعد اپنے وقت کو کہاں لگایا؟ کیا اب وہی بے کار مصروفیات واپس آچکی ہیں؟ وہی غفلت، وہی فضول گفتگو، وہی ذہنی بھٹکاؤ؟ اگر ایسا ہے تو گویا ہم نے رمضان کو ایک مہمان کی طرح رخصت نہیں کیا، بلکہ اس کے اثرات کو بھی دروازے سے باہر نکال دیا۔

رمضان کے بعد کی زندگی، اصل میں رمضان کی قبولیت کی علامت ہے۔ اگر وہ کیفیت باقی ہے، وہ سادگی باقی ہے، وہ تقویٰ باقی ہے، وہ خلوص باقی ہے، تو سمجھ لیجیے رمضان ہمارے دل پر اثر کر گیا۔ اور اگر سب کچھ پہلے جیسا ہو گیا، تو شاید ہمیں پھر سے خود کو جھنجھوڑنے کی ضرورت ہے۔ شاید پھر سے اپنے آپ کو اس راہ پر ڈالنے کی ضرورت ہے جو رب کی رضا کی طرف جاتی ہے۔

یہ وقت ہے کہ چھوٹے اعمال کو روزمرہ کا حصہ بنایا جائے۔ وہی مختصر تسبیحات، چھوٹے صدقے، کم الفاظ کی سچی دعاء، کم وقت کی پر اثر تلاوت۔ یہی اعمال دراصل بندگی کے تسلسل کی علامت ہوتے ہیں۔ یہی وہ قطرے ہیں جو آخر کار دریا بن جاتے ہیں۔ اور پھر وہ دریا رب کی رحمتوں کے سمندر سے جا ملتا ہے۔

رمضان گزر چکا ہے، مگر رمضان کا پیغام ابھی باقی ہے۔ وہ پیغام جو دل کی گہرائیوں میں اُتر چکا ہے، وہ تعلق جو رب سے جڑ چکا ہے، وہ کیفیت جو بندگی میں ڈھل چکی ہے۔ بس اُسے باقی رکھنا ہے۔ اسے وقت کے ساتھ مٹنے نہیں دینا۔ اسے دنیا کی گرد میں کھو جانے نہیں دینا۔ کیونکہ یہی بندگی اصل زندگی ہے، اور یہی زندگی اصل کامیابی ہے۔

نیکی کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ وہ نیکی آگے بھی جاری رہے۔ بندہ اگر رمضان کے بعد بھی عبادت پر قائم رہے، تلاوت جاری رکھے، گناہوں سے بچے، تو یہ اس بات کی امید ہے کہ رمضان کی محنت قبول ہو گئی۔ لیکن اگر فوراً پچھلی حالت کی طرف لوٹ آئے، تو شاید اس کی محنت رائیگاں چلی گئی ہو۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا:

''وہ لوگ بہت برے ہیں جو صرف رمضان میں اللہ کو پہچانتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ صرف رمضان کا رب نہیں، بلکہ پورے سال کا رب ہے۔ جیسے وہ رمضان میں سن رہا ہوتا ہے، ویسے ہی شوال، ذوالقعدہ، محرم، ہر مہینے میں بھی وہی رب ہے۔ اگر ہم رمضان میں اس کی رضا کے لیے جی سکتے ہیں تو باقی گیارہ مہینے کیوں نہیں؟

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بندہ جب ایک نیکی کرتا ہے تو دوسری نیکی اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اور جب گناہ کرتا ہے تو دوسرا گناہ بھی قریب آتا ہے۔ اس لیے رمضان کے بعد نیکی کے سفر کو جاری رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ یہ نیکیاں ایک دوسرے کو کھینچتی رہیں۔ رمضان میں ہم نے جو روحانی بیج بوئے، ان کی آبیاری ہم پر لازم ہے۔ اگر ہم خود ہی ان بیجوں کو روند ڈالیں گے، تو پھر سال بھر دل کی زمین بنجر رہے گی۔ نیکی کو قائم رکھنے کے لیے استقامت کی ضرورت ہے، اور استقامت ہی اصل کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

''بیشک جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ نہ خوف کرو، نہ غمگین ہو، اور جنت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔''

یہ آیات ہمیں سکھاتی ہیں کہ اصل کامیابی صرف ایک لمحے کی عبادت میں نہیں، بلکہ مستقل مزاجی، تسلسل اور ثابت قدمی میں ہے۔ رمضان کے بعد اگر ہم اس مزاج کو اپنائیں، تو باقی زندگی بھی رمضان جیسی بن سکتی ہے اور یہی رمضان کا اصل پیغام ہے: ہم خود کو رب کی بندگی کے سانچے میں ڈھالیں، نہ کہ صرف تیس دن کے لیے عارضی تبدیلی لائیں۔

یا اللہ! ہمیں رمضان کی قبولیت کی علامت عطاء فرما، ہمیں نیکی پر قائم رکھ، ہمیں رمضان کے بعد بھی وہی روح، وہی ذوق، وہی تعلق عطاء فرما، ہمیں اپنی رضا کے راستے پر استقامت عطاء فرما۔ آمین یارب العالمین

بسم الله الرحمن الرحيم

ادعیہ نبویہ (صلوٰۃ اللہ علیٰ صاحبہا)

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ

ترجمہ یا اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان (یوں) فاصلہ فرما دیجئے جیسا کہ آپ نے مشرق ومغرب کے درمیان فاصلہ فرمایا ہے۔ یا اللہ! مجھے گناہوں سے ایسے پاک فرما دیجئے جیسے سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ یا اللہ! میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولے سے دھو دیجئے۔

بخاری رقم 744، مسلم، رقم 598

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهُ دِقَّهُ وَجِلَّهُ وَاَوَّلَهُ وَآخِرَهُ وَ عَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ

ترجمہ یا اللہ! میرے تمام گناہوں کو بخش دیجئے چھوٹے بھی بڑے بھی، پہلے بھی، آخری بھی، ظاہری بھی، پوشیدہ بھی۔

مسلم، رقم: 483

اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا

ترجمہ یا اللہ! کوئی چیز آسان نہیں سوائے اس کے جسے آپ آسان فرما دیں اور آپ سخت کام کو آسان فرما دیتے ہیں جب چاہتے ہیں۔

ابن السنی، رقم: 351، بسند صحیح

اُم معبد الخزاعیۃ رضی اللہ عنہا کے خیمہ کا مقام جہاں نبی کریم ﷺ نے سفر ہجرت کے دوران مختصر قیام فرمایا۔ حجاز کے صحراؤں میں اُگنے والا تنضبۃ کا درخت اس مقام کی نشانی ہے۔ اس درخت کا ذکر روایات میں موجود ہے۔

خیمے کے مقام پر اطراف میں العوسجۃ کا جھاڑی دار صحرائی درخت۔ اس درخت کا ذکر بھی سیرت کی روایات میں موجود ہے۔